لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا
وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ
رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

کریں گے،(۱) سو تم بہ آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو(۲) اور نماز کی پابندی رکھو(۳) اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو۔(۴) اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سے بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے(۵) اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۲۰)

سُوۡرَةُ المُدَّثِّر

سورۂ مدثر مکی ہے اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾

اے کپڑا اوڑھنے والے۔(۶) (۱)

---

(۱) اسی طرح جہاد میں بھی پر مشقت سفر اور مشقیں کرنی پڑتی ہیں۔ اور یہ تینوں چیزیں۔ بیماری، سفر اور جہاد۔ نوبت بہ نوبت ہر ایک کو لاحق ہوتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیام اللیل کے حکم میں تخفیف کر دی ہے۔ کیوں کہ تینوں حالتوں میں یہ نہایت مشکل اور بڑا صبر آزما کام ہے۔

(۲) اسباب تخفیف کے ساتھ تخفیف کا یہ حکم دوبارہ بطور تاکید بیان کر دیا ہے۔

(۳) یعنی پانچ نمازوں کی جو فرض ہیں۔

(۴) یعنی اللہ کی راہ میں حسب ضرورت و توفیق خرچ کرو، اسے قرض حسن سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

(۵) یعنی نفلی نمازیں، صدقات و خیرات اور دیگر نیکیاں جو بھی کرو گے، اللہ کے ہاں ان کا بہترین اجر پاؤ گے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت نمبر ۲۰ مدینے میں نازل ہوئی ہے، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اس کا نصف حصہ مکی اور نصف مدنی ہے۔ (ایسر التفاسیر)

(۶) سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ ﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ﴾ ہے اس کے بعد وحی میں وقفہ ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سخت مضطرب اور پریشان رہتے۔ ایک روز اچانک پھر وہی فرشتہ، جو غار حرا میں پہلی مرتبہ وحی لے کر آیا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے، جس سے آپ پر ایک خوف ساطاری ہو گیا اور گھر جا کر گھر والوں سے کہا کہ مجھے کوئی کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے جسم پر ایک کپڑا ڈال دیا، اسی حالت میں یہ وحی نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری و مسلم، سورۃ المدثر و کتاب الإیمان) اس اعتبار سے

قُمْ فَأَنذِرْ ﴿۲﴾
کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے۔[۱] (۲)

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾
اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر۔(۳)

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾
اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر۔[۲] (۴)

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾
ناپاکی کو چھوڑ دے۔[۳] (۵)

وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ﴿۶﴾
اور احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر۔[۴] (۶)

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾
اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔(۷)

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿۸﴾
پس جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔(۸)

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿۹﴾
تو وہ دن بڑا سخت دن ہو گا۔(۹)

عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿۱۰﴾
(جو) کافروں پر آسان نہ ہو گا۔[۵] (۱۰)

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿۱۱﴾
مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔[۶] (۱۱)

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿۱۲﴾
اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے۔(۱۲)

وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿۱۳﴾
اور حاضر باش فرزند بھی۔[۷] (۱۳)

یہ دوسری وحی اور فترت وحی کے بعد پہلی وحی ہے۔

(۱) یعنی اہل مکہ کو ڈرا، اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

(۲) یعنی قلب و نیت کے ساتھ کپڑے بھی پاک رکھ۔ یہ حکم اس لیے دیا کہ مشرکین مکہ طہارت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔

(۳) یعنی بتوں کی عبادت چھوڑ دے۔ یہ دراصل لوگوں کو آپ کے ذریعے سے حکم دیا جا رہا ہے۔

(۴) یعنی احسان کر کے یہ خواہش نہ کر کہ بدلے میں اس سے زیادہ ملے گا۔

(۵) یعنی قیامت کا دن کافروں پر بھاری ہو گا، کیوں کہ اس روز کفر کا نتیجہ انہیں بھگتنا ہو گا، جس کا ارتکاب وہ دنیا میں کرتے رہے ہوں گے۔

(۶) یہ کلمۂ وعید و تہدید ہے کہ اسے، جسے میں نے ماں کے پیٹ میں اکیلا پیدا کیا، اس کے پاس مال تھا نہ اولاد، اور مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ یعنی میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ کفر و طغیان میں بہت بڑھا ہوا تھا، اس لیے اس کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۷) اسے اللہ نے اولاد ذکور سے نوازا تھا اور وہ ہر وقت اس کے پاس ہی رہتے تھے، گھر میں دولت کی فراوانی تھی، اس لیے بیٹوں کو تجارت و کاروبار کے لیے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ بعض کہتے ہیں، یہ بیٹے سات تھے بعض کے نزدیک ۱۲ اور بعض کے نزدیک ۱۳ تھے ان میں سے تین مسلمان ہو گئے تھے، خالد، ہشام اور ولید بن ولید رضی اللہ عنہم۔ (فتح القدیر)

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾	اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے۔[۱] (۱۴)
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾	پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔[۲] (۱۵)
كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾	نہیں نہیں،[۳] وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔[۴] (۱۶)
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾	عنقریب میں اسے ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔[۵] (۱۷)
اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾	اس نے غور کر کے تجویز کی۔[۶] (۱۸)
فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾	اسے ہلاکت ہو کیسی (تجویز) سوچی؟ (۱۹)
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾	وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا۔[۷] (۲۰)
ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾	اس نے پھر دیکھا۔[۸] (۲۱)
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾	پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔[۹] (۲۲)
ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾	پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا۔[۱۰] (۲۳)
فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾	اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا

(۱) یعنی مال و دولت میں ریاست و سرداری میں اور درازی عمر میں۔

(۲) یعنی کفر و معصیت کے باوجود، اس کی خواہش ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔

(۳) یعنی میں اسے زیادہ نہیں دوں گا۔

(۴) یہ کَلَّا کی علت ہے۔ عَنِیْدٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو جاننے کے باوجود حق کی مخالفت اور اس کو رد کرے۔

(۵) یعنی ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا جس کا برداشت کرنا نہایت سخت ہو گا، بعض کہتے ہیں، جہنم میں آگ کا پہاڑ ہو گا جس پر اس کو چڑھایا جائے گا۔ إِرْهَاقٌ کے معنی ہیں۔ انسان پر بھاری چیز لاد دینا۔ (فتح القدیر)

(۶) یعنی قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سن کر، اس نے اس امر پر غور کیا کہ میں اس کا کیا جواب دوں؟ اور اپنے جی میں اس نے وہ تیار کیا۔

(۷) یہ اس کے حق میں بد دعائیہ کلمے ہیں، کہ ہلاک ہو، مارا جائے، کیا بات اس نے سوچی ہے؟

(۸) یعنی پھر غور کیا کہ قرآن کا رد کس طرح ممکن ہے۔

(۹) یعنی جواب سوچتے وقت چہرے کی سلوٹیں بدلیں، اور منہ بسورا، جیسا کہ عموماً کسی مشکل بات پر غور کرتے وقت آدمی ایسا ہی کرتا ہے۔

(۱۰) یعنی حق سے اعراض کیا اور ایمان لانے سے تکبر کیا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾
سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾
لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾
وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

ہے-[1] (۲۴)
سوائے انسانی کلام کے کچھ بھی نہیں-(۲۵)
میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا-(۲۶)
اور تجھے کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے؟[2] (۲۷)
نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے-[3] (۲۸)
کھال کو جھلسا دیتی ہے-(۲۹)
اور اس میں انیس (فرشتے مقرر) ہیں-[4] (۳۰)
ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں- اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے[5] تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں،[6] اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے[7] اور اہل کتاب اور اہل ایمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ تعالٰی کی کیا مراد

(۱) یعنی کسی سے یہ سیکھ آیا اور وہاں سے نقل کر لایا ہے اور دعویٰ کر دیا کہ اللہ کا نازل کردہ ہے-
(۲) دوزخ کے ناموں یا درجات میں سے ایک کا نام سقر بھی ہے-
(۳) ان کے جسموں پر گوشت چھوڑے گی نہ ہڈی- یا مطلب ہے جہنمیوں کو زندہ چھوڑے گی نہ مردہ، لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى
(۴) یعنی جہنم پر بطور دربان ۱۹ فرشتے مقرر ہیں-
(۵) یہ مشرکین قریش کا رد ہے، جب جہنم کے داروغوں کا اللہ نے ذکر فرمایا تو ابو جہل نے جماعت قریش کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم میں سے ہر دس آدمیوں کا گروپ، ایک ایک فرشتے کے لیے کافی نہیں ہو گا- بعض کہتے ہیں کہ کلدہ نامی شخص نے جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، کہا، تم سب صرف دو فرشتے سنبھال لینا، ۱۷ فرشتوں کو تو میں اکیلا ہی کافی ہوں- کہتے ہیں اسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کا بھی کئی مرتبہ چیلنج دیا اور ہر مرتبہ شکست کھائی مگر ایمان نہیں لایا- کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ رکانہ بن عبد یزید کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے کشتی لڑی تھی لیکن وہ شکست کھا کر مسلمان ہو گئے تھے- (ابن کثیر) مطلب یہ ہے کہ یہ تعداد بھی ان کے استہزا یعنی آزمائش کا سبب بن گئی-
(۶) یعنی جان لیں کہ یہ رسول برحق ہے اور اس نے وہی بات کی ہے جو پچھلی کتابوں میں بھی درج ہے-
(۷) کہ اہل کتاب نے ان کے پیغمبر کی بات کی تصدیق کی ہے-

اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾

ہے؟[1] اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔[2] تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'[3] یہ تو کل بنی آدم کے لیے سراسر پندو نصیحت ہے۔[4] (۳۱)

سچ کہتا ہوں[5] قسم ہے چاند کی۔(۳۲)

اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے۔(۳۳)

اور صبح کی جب کہ روشن ہو جائے۔(۳۴)

کہ (یقیناً وہ جہنم) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔[6] (۳۵)

بنی آدم کو ڈرانے والی۔(۳۶)

(یعنی) اسے[7] جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا

---

(۱) بیمار دل والوں سے مراد منافقین ہیں یا پھر وہ ہیں جن کے دلوں میں شکوک تھے کیوں کہ مکے میں منافقین نہیں تھے۔ یعنی یہ پوچھیں گے کہ اس تعداد کو یہاں ذکر کرنے میں اللہ کی کیا حکمت ہے؟

(۲) یعنی گزشتہ گمراہی کی طرح' جسے چاہتا ہے گمراہ اور جسے چاہتا ہے' راہ یاب کرتا ہے' اس میں جو حکمت بالغہ ہوتی ہے' اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

(۳) یعنی یہ کفار و مشرکین سمجھتے ہیں کہ جہنم میں ۱۹ فرشتے ہی تو ہیں نا' جن پر قابو پانا کون سا مشکل کام ہے؟ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ رب کے لشکر تو اتنے ہیں کہ جنہیں اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ صرف فرشتے ہی اتنی تعداد میں ہیں کہ ۷۰ ہزار فرشتے روزانہ اللہ کی عبادت کے لیے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں' پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔(صحیح البخاری و مسلم)

(۴) یعنی یہ جہنم اور اس پر مقرر فرشتے' انسانوں کی پندو نصیحت کے لیے ہیں کہ شاید وہ نافرمانیوں سے باز آجائیں۔

(۵) کَلاَّ' یہ اہل مکہ کے خیالات کی نفی ہے یعنی جو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم فرشتوں کو مغلوب کرلیں گے ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے یعنی جانے لگے۔

(۶) یہ جواب قسم ہے۔ کُبَرٌ، کُبْرَیٰ کی جمع ہے تین نہایت اہم چیزوں کی قسموں کے بعد اللہ نے جہنم کی بڑائی اور ہولناکی کو بیان کیا ہے جس سے اس کی بڑائی میں کوئی شک نہیں رہتا۔

(۷) یعنی یہ جہنم ڈرانے والی ہے یا اس نذیر سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن ہے کیوں کہ قرآن بھی اپنے بیان کردہ وعدو وعید کے اعتبار سے انسانوں کے لیے نذیر ہے۔

چاہے۔[۱] (۳۷)

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۸﴾

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔[۲] (۳۸)

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿۳۹﴾

مگر دائیں ہاتھ والے۔[۳] (۳۹)

فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۰﴾

کہ وہ بہشتوں میں (بیٹھے ہوئے) گناہ گاروں سے۔(۴۰)

عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۱﴾

سوال کرتے ہوں گے۔[۴] (۴۱)

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾

تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا۔(۴۲)

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾

وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔(۴۳)

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿۴۴﴾

نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔[۵] (۴۴)

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿۴۵﴾

اور ہم بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔[۶] (۴۵)

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۶﴾

اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے۔(۴۶)

حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿۴۷﴾

یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔[۷] (۴۷)

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿۴۸﴾

پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔[۸] (۴۸)

---

(۱) یعنی ایمان و اطاعت میں آگے بڑھنا چاہے یا اس سے پیچھے ہٹنا چاہے۔ مطلب ہے کہ انذار ہر ایک کے لیے ہے جو ایمان لائے یا کفر کرے۔

(۲) رہن گروی رکھنے کو کہتے ہیں۔ یعنی ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہے' وہ عمل اسے عذاب سے چھڑا لے گا' (اگر نیک ہو گا) یا اسے ہلاک کروا دے گا۔ (اگر برا ہو گا)

(۳) یعنی وہ اپنے گناہوں کے اسیر نہیں ہوں گے' بلکہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے آزاد ہوں گے۔

(۴) فِي جَنَّاتٍ، أَصْحَابُ الْيَمِينِ سے حال ہے۔ اہل جنت بالا خانوں میں بیٹھے' جہنمیوں سے سوال کریں گے۔

(۵) نماز حقوق اللہ میں سے اور مساکین کو کھلانا حقوق العباد میں سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اللہ کے حقوق ادا کیے نہ بندوں کے۔

(۶) یعنی کج بحثی اور گمراہی کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔

(۷) یقین کے معنی موت کے ہیں' جیسے دوسرے مقام پر ہے۔ ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾ (الحجر ۹۹)

(۸) یعنی جو صفات مذکورہ کا حامل ہو گا' اسے کسی کی شفاعت بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی' اس لیے کہ وہ کفر کی وجہ سے محل شفاعت ہی نہیں ہو گا' شفاعت تو صرف ان کے لیے مفید ہو گی جو ایمان کی وجہ سے شفاعت کے قابل ہوں گے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾

انہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔(٤٩)

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾

گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔(٥٠)

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾

جو شیر سے بھاگے ہوں۔[1] (٥١)

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾

بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں۔[2] (٥٢)

كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾

ہرگز ایسا نہیں (ہو سکتا بلکہ) یہ قیامت سے بے خوف ہیں۔[3] (٥٣)

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾

سچی بات تو یہ ہے کہ یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔[4] (٥٤)

فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾

اب جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔(٥٥)

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

اور وہ اس وقت نصیحت حاصل کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے،[5] وہ اسی لائق ہے کہ اس سے ڈریں اور اس لائق بھی کہ وہ بخشے۔[6] (٥٦)

اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت بھی انہی کے لیے ملے گی نہ کہ ہر ایک کے لیے۔

(١) یعنی یہ حق سے نفرت اور اعراض کرنے میں ایسے ہیں جیسے وحشی، خوف زدہ گدھے، شیر سے بھاگتے ہیں جب وہ ان کا شکار کرنا چاہے۔ قَسْوَرَةٌ بمعنی شیر بعض نے تیرانداز معنی بھی کیے ہیں۔

(٢) یعنی ہر ایک کے ہاتھ میں اللہ کی طرف سے ایک ایک کتاب مفتوح نازل ہو جس میں لکھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ بغیر عمل کے یہ عذاب سے براءت چاہتے ہیں، یعنی ہر ایک کو پروانۂ نجات مل جائے۔ (ابن کثیر)

(٣) یعنی ان کے فساد کی وجہ ان کا آخرت پر عدم ایمان اور اس کی تکذیب ہے جس نے انہیں بے خوف کر دیا ہے۔

(٤) لیکن اس کے لیے جو اس قرآن کے مواعظ و نصائح سے عبرت حاصل کرنا چاہے۔

(٥) یعنی اس قرآن سے ہدایت اور نصیحت اسے ہی حاصل ہو گی جسے اللہ چاہے گا۔ ﴿ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (التکویر، ٢٩)

(٦) یعنی وہ اللہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی معاف کرنے کے اختیارات رکھتا ہے۔ اس لیے وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسکی اطاعت کی جائے اور اسکی نافرمانی سے بچا جائے تاکہ انسان اسکی مغفرت و رحمت کا سزاوار قرار پائے۔